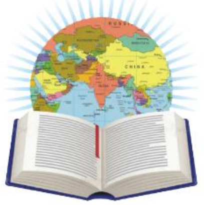

امارتِ اسلامی افغانستان حکومت کے پانچ سال

تبصرہ نگار:

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

چیئرمین، انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز، پشاور

15 اگست 2026ء کو افغان حکومت کے پانچ سال مکمل ہوئے۔ یعنی امارتِ اسلامی افغانستان، جس نے 2021ء میں کابل پر دوبارہ کنٹرول حاصل کیا تھا، کو قائم ہوئے پانچ سال مکمل ہو گئے۔

اس پر بہت سے لوگوں نے تبصرے کیے ہیں۔ جرائد اور اخبارات نے اس موضوع پر لکھا ہے اور سوشل میڈیا پر بھی مختلف آراء سامنے آئی ہیں، لیکن جو جذبہ شروع میں طالبان کی حکومت کے حوالے سے پایا جاتا تھا، وہ اب کافی حد تک کم نظر آ رہا ہے۔

یقیناً ان پانچ سالوں میں بہت ساری کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، پہلی مرتبہ ایک طویل عرصے کے بعد پورے افغانستان میں ایک مرکزی حکومت قائم ہوئی۔ افغانستان میں کل 34 صوبے ہیں، جنہیں مقامی طور پر "ولایت" کہا جاتا ہے۔ افغانستان کے انتظامی ڈھانچے کے مطابق یہ اضلاع ملک کے تمام 34 صوبوں (ولایات) میں تقسیم ہیں۔ ان 421 اضلاع میں 387 مستقل اضلاع اور 34 صوبائی مراکز، یعنی صوبائی دارالحکومتوں کے اضلاع، شامل ہیں۔

امارتِ اسلامی افغانستان کی عمل داری:

امارتِ اسلامی افغانستان کی پورے ملک میں عمل داری قائم ہے۔ موجودہ وقت (2026ء) میں افغانستان پر امارتِ اسلامی افغانستان (طالبان) کی مکمل عمل داری اور حکومت قائم ہے۔ اگست 2021ء میں کابل پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد سے وہ ملک کا نظامِ حکومت چلا رہے ہیں۔

امارتِ اسلامی افغانستان کی کامیابیاں:

- افغانستان میں طالبان حکومت نے کافی سارے ایسے کام کیے ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔
- اس کی وجہ سے کاروبار میں اضافہ ہوا، بین الاقوامی تعلقات میں بھی بہتری آئی۔
- درآمدات و برآمدات میں اضافہ ہوا اور دیگر ممالک کے ساتھ معاشی اور تجارتی معاہدے ہوئے۔
- اقوامِ متحدہ کے اداروں نے افغانستان میں غربت کے خاتمے اور دیگر عوامی مسائل کے حل کے لیے بھی مدد فراہم کی۔
- ابھی چند دن پہلے ایک بڑی خطیر رقم یورپی یونین نے خوراک کی فراہمی کے لیے افغانستان کو فراہم کی۔
- اسی طرح کئی ممالک نے اس دوران افغانستان کی حکومت کو تسلیم بھی کیا اور وہاں اپنے سفارت خانے بھی کھولے، جبکہ افغانستان نے بھی بعض ممالک میں اپنے سفارت خانے کھولے۔

- چین، روس، امریکہ اور کئی دیگر ممالک کے ساتھ افغانستان کے تعلقات بحال ہوئے اور ان کی طرف سے کسی نہ کسی درجے میں سرمایہ کاری اور امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

امارتِ اسلامی افغانستان کی ناکامیاں:

یہ وہ تمام کامیابیاں ہیں جو گزشتہ پانچ سال میں افغانستان کی حکومت نے حاصل کی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم ناکامیوں کی فہرست پر بھی نظر ڈالیں تو وہ بھی کافی طویل ہے۔

- سب سے پہلی ناکامی یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک افغانستان کے لیے کوئی باقاعدہ دستور یا آئین نافذ نہیں کیا۔
- کوئی پارلیمنٹ نہیں بنائی اور کوئی شوریٰ قائم نہیں کی۔
- ابھی تک وہ اپنی حکومت کو خود "انٹیرم گورنمنٹ" یعنی عبوری حکومت کہتے ہیں۔ اس طرح اسے ایک مکمل اور مستقل حکومت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح کسی بھی مملکت کے لیے یہ بہت ضروری ہوتا ہے کہ اس کا اپنا دستور ہو، اپنی پارلیمنٹ ہو اور اپنی منتخب شوریٰ ہو، لیکن اس طرح کی کوئی چیز ہمیں گزشتہ پانچ سال میں نظر نہیں آئی۔

افغانستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ:

- دوسری بات، جو افغانستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، وہ بچیوں کی تعلیم کا ہے۔ شروع میں تو تقریباً دو سال تک یہ سلسلہ بہر حال جاری رہا۔ یونیورسٹی کی سطح پر بھی، کالج کی سطح پر بھی، میڈیکل کالج کی سطح پر بھی، اسکولوں اور ہائی اسکولوں کی سطح پر بھی بچیوں کی تعلیم جاری رہی۔

بعض جگہوں پر یونیورسٹیوں میں بچیوں کو علیحدہ کر دیا گیا، یعنی طالبات کے لیے الگ اوقات مقرر کر دیے گئے اور طلبہ کے لیے الگ اوقات مقرر کیے گئے، لیکن بہر حال تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا۔

تاہم اب تین سال ہو چکے ہیں کہ اس پر پابندی عائد ہے اور صرف چھٹی جماعت تک بچیوں کو تعلیم کا موقع دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان پر تعلیم کے دروازے بند کر دیے گئے۔ یونیورسٹیوں، میڈیکل کالجوں، کالجوں اور دیگر فنی اداروں کے دروازے بھی ان کے لیے مکمل طور پر بند کر دیے گئے ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں بتائی گئی۔ جب بھی ہم نے ان کے یہاں موجود سفارت خانوں، نمائندوں یا افغانستان کے دورے کے دوران وہاں کے وزراء سے پوچھا کہ آپ بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ کب بحال کریں گے، تو شروع میں وہ کہتے رہے کہ ہم ان کے لیے الگ نصاب اور الگ نظام بنا رہے ہیں، اور جیسے ہی وہ نظام اور نصاب تیار ہو جائے گا، بچیوں کی تعلیم بحال کر دی جائے گی۔

لیکن اب چونکہ کافی عرصہ گزر گیا ہے، انہوں نے یہ کہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ اس پر افسوس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ کئی افغان وزراء نے ہمارے سامنے اس بات پر افسوس اور ندامت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اس کا دفاع نہیں کر سکتے، لیکن ہم مجبور ہیں کیونکہ امیر صاحب کا حکم ہے۔ اس لیے ہم نے بچیوں کی تعلیم بند کی ہوئی ہے۔

مستقبل قریب میں بھی ان کا کوئی ایسا ارادہ نظر نہیں آتا کہ وہ اسے بحال کر دیں گے۔ بعض جگہوں پر غیر سرکاری طور پر اور خفیہ طور پر تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، لیکن وہ بہت محدود ہے۔ زیادہ تر بچیاں اعلیٰ تعلیم سے محروم ہو چکی ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ امارتِ اسلامی افغانستان کا آئندہ کے لیے کیا پروگرام ہے۔

- آئندہ صحت کے شعبے میں، مثلاً میڈیکل ڈاکٹرز، خواتین ڈاکٹرز، الٹرا ساؤنڈ کرنے والی خواتین ڈاکٹرز، ریڈیالوجی کے ڈاکٹرز، خاص طور پر زچہ و بچہ کے لیے خواتین ڈاکٹرز، خواتین نرسیں اور خواتین ایل ایچ ویز درکار ہوں گی۔ وہ کہاں سے آئیں گی؟

جب آپ تعلیم کے دروازے بند کر دیں گے تو یہ سب کہاں سے آئیں گی؟ ان بچیوں کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کہاں سے آئیں گے؟ ٹیچنگ اسٹاف کہاں سے آئے گا؟ جب آپ اعلیٰ تعلیم حاصل ہی نہیں کر رہے تو ٹیچنگ فیکلٹی کہاں سے پیدا ہو گی؟

یہ تمام سوالات ہیں، لیکن ان کی طرف سے ہمیں کوئی جواب نہیں مل رہا۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک امر ہے جو جاری ہے۔

پاکستان کے ساتھ تعلقات:

سب سے بڑا مسئلہ، پاکستان کے حوالے سے ہے۔ ظاہر ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، جب سے 1979ء میں افغانستان پر روس کی طرف سے جارحیت ہوئی اور بڑے پیمانے پر تباہی و بربادی ہوئی۔ اس کے نتیجے میں پچاس لاکھ سے زیادہ افغان مہاجرین پاکستان اور ایران منتقل ہوئے اور یہاں ان کے بڑے بڑے کیمپ بنائے گئے۔

آپ سب اس سے واقف ہیں۔ اس پورے عرصے میں پاکستان نے افغانستان کے لوگوں کو پناہ بھی دی، ان کو مکمل سپورٹ بھی دی اور سفارتی سطح پر بھی افغانستان کی آزادی کے لیے مسلسل آواز اٹھاتا رہا۔

اس کے بعد جب حالات بدلے، روسی واپس چلے گئے، پھر مجاہدین کی حکومت آئی اور اس کے بعد مجاہدین کی حکومت کو طالبان کی حکومت نے 1996ء میں تبدیل کیا۔

اس کے بعد 2001ء میں نائن الیون کا واقعہ ہوا۔ اس کے جواب کے طور پر امریکہ نے افغانستان پر ایک بڑی جارحیت کی۔ امریکہ نے شمالی اتحاد کی مدد سے افغانستان پر قبضہ کیا اور اس کے ساتھ نیٹو کی 42 ممالک پر مشتمل افواج بھی افغانستان میں موجود تھیں۔

اس وقت طالبان نے پسپائی اختیار کی اور تحریکِ طالبان نے کئی بڑے شہروں سے مزاحمت شروع کر دی۔ یہ مزاحمت تقریباً 20 سال تک جاری رہی۔ دو دہائیوں تک ایک جنگ چلتی رہی۔ اس دوران حکومتیں بھی بنیں اور کسی نہ کسی درجے میں انتخابات بھی ہوئے۔ حامد کرزئی کی حکومت بنی، پھر ڈاکٹر اشرف غنی کی حکومت قائم ہوئی۔

آخر کار وہ حالت آ گئے کہ ڈاکٹر اشرف غنی اپنی پوری کابینہ سمیت 2021ء میں ملک سے فرار ہو گئے۔ ان کی چار لاکھ افراد پر مشتمل فوج، جو بہت بڑے زرِ کثیر کے خرچ سے بنائی گئی تھی، بری طرح کو لپیٹ ہو گئی اور دوبارہ طالبان کی حکومت افغانستان میں قائم ہو گئی۔

اس تبدیلی کو پاکستان نے خیر مقدم کیا اور پاکستان اس میں اپنے آپ کو بھی شریک سمجھتا تھا کہ ہم اس معاملے میں شریک ہیں اور ہمارے ساتھ افغانستان میں دوبارہ آزادی کی ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ لیکن رسمی طور پر اس بار پاکستان نے افغانستان کو تسلیم نہیں کیا۔

اس سے پہلے جب 1996ء میں طالبان کی حکومت بنی تھی تو اس وقت پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے طالبان حکومت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس وقت بھی انہیں اقوامِ متحدہ میں نشست نہیں دی گئی تھی، جو ایک بڑا غلط کام ہوا تھا۔ بہر حال پاکستان اس کے لیے کوشش کرتا رہا۔
اب دوبارہ جب ان کی حکومت قائم ہوئے پانچ سال ہو چکے ہیں، لیکن موجودہ امارتِ اسلامی افغانستان کو اقوامِ متحدہ میں اپنی نشست نہیں دی گئی اور انہیں نمائندگی سے محروم رکھا گیا ہے۔ شروع میں کئی سال تک پاکستان نے اس کے لیے کوششیں بھی کیں۔

پاک افغان تعلقات میں کشیدگی:

لیکن اب اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ گزشتہ سال اکتوبر 2025ء سے پاکستان اور افغانستان کے تعلقات انتہائی درجے تک کشیدہ ہو گئے ہیں، بلکہ باقاعدہ ایک جنگی صورتِ حال دونوں محاذوں پر پائی جاتی ہے۔
اس دوران پاکستان میں جو تخریب کاری ہوتی رہی، اس کا الزام ان گروہوں پر ڈالا جاتا رہا ہے جو افغانستان سے سرحد پار کر کے پاکستان آتے ہیں اور یہاں تخریب کاری کرتے ہیں۔ ان کے پاس افغانستان میں محفوظ پناہ گاہیں ہیں، ان کے بال بچے افغانستان میں ہیں اور وہاں سے حملے ہوتے ہیں۔ ان میں کافی تعداد میں افغان باشندے بھی شامل ہوتے ہیں۔
پاکستان نے اس کا نوٹس لیا اور گزشتہ سال اکتوبر 2025ء سے پاکستان اور افغانستان کی سرحدیں بند ہو گئیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات انتہائی خراب ہو گئے، کاروباری اور تجارتی تعلقات بھی متاثر ہوئے۔
اس کے بعد جب بھی پاکستان میں کوئی بڑا واقعہ ہوتا تھا، تقریباً اس کے جواب میں پاکستان افغانستان پر حملہ کرتا تھا اور فضائی حملے کرتا تھا۔ ان کے اوپر راکٹ، میزائل اور ڈرون کے ذریعے حملے کیے جاتے تھے۔ اس کے جواب میں افغانستان بھی فائرنگ کرتا تھا۔
افغانستان کے پاس جو بھی ذرائع تھے، ان کے ذریعے، بلکہ انہیں ڈرون بھی فراہم کیے گئے، ان ڈرونز کی مدد سے بھی انہوں نے پاکستان پر کئی مرتبہ حملہ کیا۔
پاکستانی حکام کے مطابق انہیں اس پورے معاملے میں نہ صرف بھارت کی حمایت حاصل ہے بلکہ اسرائیل اور دیگر ممالک کی بھی حمایت حاصل ہے۔
یہاں تخریب کاروں کو مبینہ طور پر بھارت کی طرف سے اسلحہ اور مالی معاونت فراہم کی جاتی ہے اور افغان حکومت سہولت کار بنی ہوئی ہے۔ یہ صورتِ حال ظاہر ہے انتہائی افسوسناک ہے۔
یہ ایک ناقابلِ یقین صورتِ حال ہے کہ دو برادر ممالک، جو ایک طویل عرصے تک آپس میں شیر و شکر رہے ہیں، ان کی حکومتوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے اس وقت ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کے محاذ پر آمنے سامنے ہیں۔ ایک دوسرے کے مقابلے اور مزاحمت کی کیفیت ہے اور ان کے تعلقات کشیدہ سے کشیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں۔
ظاہر ہے، ان تمام لوگوں کے لیے جو پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کو معمول پر دیکھنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دونوں اطراف کی حکومتوں، قوموں اور عوام کی بھلائی اسی میں ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات رکھیں، دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ دیں، درآمدات و برآمدات ہوں اور لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک آتے جاتے رہیں، یہ صورتِ حال انتہائی تشویش ناک ہے۔

بڑی تعداد میں افغانستان کے لوگ علاج کی سہولتوں کے لیے پاکستان آتے تھے اور کاروبار کے لیے بھی پاکستان آتے اور واپس جاتے تھے۔ افغان مہاجرین کی بڑی تعداد واپس افغانستان جا چکی ہے، لیکن اب بھی اندازہ یہ ہے کہ 20 سے 25 لاکھ تک افغان مہاجرین پاکستان میں موجود ہیں۔ وہ سب کے سب واپس نہیں گئے، اس لیے ایک بڑی تعداد اس وقت بھی یہاں موجود ہے۔

ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جنہوں نے پاکستان کے ذریعے بیرونی ممالک میں پناہ حاصل کی ہے۔ ایسے بھی بڑی تعداد میں لوگ ہیں جنہوں نے پاکستانی پاسپورٹ حاصل کیا، اس پر امریکہ اور دیگر یورپی ممالک گئے اور وہاں ملازمتیں حاصل کیں۔

ظاہر ہے، اس قسم کے لوگ دونوں ملکوں کے معاشروں میں اس قدر گھلے ملے ہوئے ہیں کہ دونوں ملکوں کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان شادیاں ہوئی ہیں۔ انہوں نے وہاں سے دلہنیں یہاں لائی ہیں اور یہاں سے دلہنیں وہاں گئی ہیں۔ اس طرح دونوں ممالک کے درمیان بڑے پیمانے پر ایک سماجی رابطہ قائم ہوا ہے، جو صدیوں سے موجود ہے۔

یہ رابطہ اس وقت منقطع ہو رہا ہے۔ سرحدیں اس وقت بند ہیں۔ طورخم بارڈر بند ہے، چمن بارڈر بند ہے، خرلاچی اور غلام خان کی سرحدیں بھی بند ہیں۔ اس وقت ایران کے راستے سے افغان لوگ پاکستان کی طرف آ رہے ہیں، لیکن وہ غیر قانونی طریقے سے آ رہے ہیں۔ قانونی طریقے سے کوئی بھی افغانی اس وقت پاکستان نہیں آ سکتا۔

البتہ گزشتہ چند دنوں میں کئی ایسے اشارے ملے ہیں جن سے ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کے لیے امید پیدا ہوئی ہے، جن میں بھی شامل ہوں، جو دونوں ممالک کے تعلقات کو بحال کرنا چاہتے ہیں۔

ظاہر ہے، اس عرصے میں چین کے ذریعے سہ فریقی مذاکرات کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ بیجنگ میں بھی میٹنگیں ہوئی ہیں اور ان کے نمائندوں نے کابل انتظامیہ سے بھی رابطے کیے ہیں اور پاکستان کی حکومت سے بھی رابطے کیے ہیں۔ مسلسل ایک بیک ڈور چینل کے ذریعے مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔ گزشتہ ماہ امیر خان متقی، جو اس وقت افغانستان کے قائم مقام وزیرِ خارجہ ہیں، نے کہا تھا کہ میں اگست کے مہینے میں پاکستان کا دورہ کروں گا، لیکن چونکہ ان پر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی سفری پابندیاں ہیں، اس لیے پاکستان کو اقوامِ متحدہ سے درخواست کرنا تھی کہ ان کے فضائی سفر پر عائد پابندی ہٹائی جائے۔ یہ کام نہیں ہوا، اس لیے ان کا دورہ نہیں ہو سکا۔

لیکن اس دوران پچھلے دنوں پاکستان کی وزارتِ خارجہ کے ترجمان جناب حسین اندرابی نے بھی بیان دیا، جس میں انہوں نے افغانستان کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کی طرف ایک اشارہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں، ریاست سے ریاست کی سطح پر مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور افغانستان کی حکومت سے مذاکرات کر سکتے ہیں۔

ہمارے مذاکرات کا بڑا ایجنڈا پاکستان میں ہونے والی تخریب کاری کی روک تھام اور اس کا سدِ باب ہوگا۔

ابھی چند دن پہلے ایک اور بڑا واقعہ ہوا، جس کی بازگشت ابھی بھی سوشل میڈیا پر سنائی دے رہی ہے۔ افغانستان میں بھی اس پر ردِ عمل ہوا ہے اور پاکستان میں بھی اس پر ردِ عمل سامنے آیا ہے۔

اس وقت پاکستان میں افغانستان کے سفیر احمد شکیب صاحب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ممالک میں سفارت خانے ابھی تک موجود ہیں۔ سفارتی تعلقات ختم نہیں ہوئے، یعنی وہ لو پروفائل پر ہیں، لیکن مکمل طور پر ختم نہیں ہوئے۔

افغانستان میں عبید الرحمٰن نظامانی صاحب کافی عرصے سے سفیر ہیں۔ جب ہم گزشتہ سال افغانستان گئے تھے تو ان سے ہماری بڑی تفصیلی ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں احمد شکیب صاحب افغان سفیر ہیں اور انہوں نے ہی ہمارا گزشتہ سال افغانستان کا دورہ ارینج کیا تھا۔

نیشنل ڈیفنس کالج، اسلام آباد میں انہیں لیکچر کے لیے بلایا گیا تھا، جس میں انہوں نے پاکستان اور افغانستان کے باہمی تعلقات، اسٹریٹیجک تعلقات اور دفاعی و عسکری تعاون کے نقطۂ نظر سے گفتگو کی۔

انہوں نے بہت مفید اور مثبت گفتگو کی اور اس میں مثبت اشارے دیے۔ انہوں نے دونوں ملکوں کے تعلقات کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دیا اور بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا۔

یہاں پشاور میں بھی ان کے کونسلر، حافظ محب اللہ صاحب، جب بھی ہماری ان سے ملاقات ہوتی ہے، ہمیشہ بہت مثبت خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ میں تھوڑا سا ان کے ساتھ مذاق بھی کرتا ہوں کہ آپ سے مل کر تو ایسا لگتا ہے جیسے پاکستان اور افغانستان کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، لیکن عملاً مسائل تو موجود ہیں۔

ان مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں افغانستان کی طرف سے پیش رفت ہونی چاہیے۔ پاکستان نے تو ایک بڑے طویل عرصے تک افغانستان کے لیے اپنی ذمہ داریاں نبھائی ہیں اور ہر لحاظ سے، ہر پلیٹ فارم پر افغانستان کی حمایت کی ہے۔

اب آپ کا معاملہ ہے کہ آپ پاکستان کو اس کا جواب دیں۔ آپ صرف پاکستان کے لیے اچھے جذبات کا اظہار نہ کریں بلکہ عملی اقدامات بھی کریں۔

بہر حال، یہ ہمارے لیے ایک خوش آئند بات ہے اور ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ عملاً امیر خان متقی کا دورۂ پاکستان بھی ہونا چاہیے اور اس میں دونوں ممالک کو ایک عملی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

پاکستان کے جو مسائل ہیں، خاص طور پر اس وقت بلوچستان میں بڑے پیمانے پر تخریب کاری ہو رہی ہے، جس میں واضح طور پر ہندوستانی عنصر موجود ہے۔ افغانستان کی حکومت کو اس معاملے میں اپنی ذمہ داری نبھانی چاہیے اور ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اس پورے منظر نامے کو تبدیل کیا جا سکے۔

یہ ان کی ذمہ داری بھی بنتی ہے، امتِ مسلمہ کی حیثیت سے بھی اور پڑوسی ملک کی حیثیت سے بھی۔ اگر یہ خبریں ان تک پہنچتی ہیں کہ ہمارے اتنے اہلکار شہید ہو گئے، ہمارے اتنے لوگ مارے گئے، تو ظاہر ہے جس طرح ہم اس کا دکھ محسوس کرتے ہیں، اسی طرح انہیں بھی محسوس کرنا چاہیے اور ان کے ہاتھ میں جو کچھ بھی ہے، انہیں وہ سب کچھ کرنا چاہیے۔

اگر وہ بالکل یہ کہتے ہیں کہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو اس بات کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

اسی طرح پاکستان کی حکومت کو بھی چاہیے کہ افغانستان کے پڑوسی ملک کی حیثیت سے جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے، ہم اسے پورا کریں۔ ہم ان کے ساتھ کاروباری اور تجارتی تعلقات بحال کریں، ان کے ساتھ غیر ضروری پابندیاں نہ لگائیں اور اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں کہ ہم سفارتی سطح پر، بلکہ رسمی طور پر بھی، ان کی حکومت کو تسلیم کریں۔

یعنی اس وقت اگر ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ افغانستان میں کوئی نئی حکومت آ جائے گی یا کوئی تبدیلی آ جائے گی تو بظاہر ایسا نظر نہیں آتا۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ بدخشان میں اس طرح کے واقعات ہوئے یا پنجشیر میں ہوئے، تو یہ تو افغانستان میں ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ وہاں اتنی بڑی تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک کوئی بیرونی ملک افغانستان پر حملہ نہ کرے۔

اور ظاہر ہے،اس کے بھی کوئی امکانات نہیں ہیں۔ نہ امریکہ دوبارہ اس طرح کی کوئی غلطی کر سکتا ہے، نہ کوئی اور ملک ایسا کر سکتا ہے،اور نہ ہی پڑوسی ممالک میں کوئی ایسا دم خم ہے کہ وہ یہ کام کر سکیں۔

اس لیے ہمیں امارتِ اسلامی افغانستان کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے، افغانستان اور پاکستان کے تعلقات کو کسی نہ کسی درجے میں بحال کرنا چاہیے اور انہیں مزید فروغ دینا چاہیے۔

افغانستان کی ذمہ داریاں

1. **افغان سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال ہونے سے روکنا** : افغان حکام کی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی عسکریت پسند گروہ یا تنظیم کو افغان سرزمین پاکستان کے خلاف حملوں کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔
2. **پاکستان کے سکیورٹی خدشات کا ازالہ** : افغانستان کو چاہیے کہ سرحد پار دہشت گردی میں ملوث گروہوں کے خلاف مؤثر اور عملی اقدامات کرے اور پاکستان کے ساتھ پُرامن تعلقات کے عزم کا عملی مظاہرہ کرے۔
3. **سرحدی انتظام کو مؤثر بنانا** : سرحدی سکیورٹی، آمد و رفت اور سرحدی گزرگاہوں کے حوالے سے مؤثر رابطہ اور باہمی تعاون ضروری ہے تاکہ غلط فہمیوں اور غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کی جا سکے۔
4. **تعمیری مذاکرات جاری رکھنا** : افغانستان کو پاکستان کے ساتھ سفارتی رابطے جاری رکھنے چاہییں اور دوطرفہ اختلافات کو تصادم کے بجائے مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
5. **دوطرفہ معاشی اور سماجی تعلقات کا تحفظ** : افغانستان کو جائز تجارت، ٹرانزٹ اور دونوں ممالک کے عوام کی آمد و رفت کو بلا رکاوٹ جاری رکھنے کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہییں۔
6. **جامع طرزِ حکمرانی اور ترقی کو فروغ دینا** : تعلیم، معاشی ترقی، سیاسی شرکت اور شہریوں کے حقوق پر زیادہ توجہ افغانستان کے داخلی استحکام اور عالمی برادری کے ساتھ بہتر روابط میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

پاکستان کی ذمہ داریاں:

1. **سفارتی رابطے جاری رکھنا** : پاکستان کو افغان حکام کے ساتھ مسلسل مذاکرات اور سفارتی رابطے برقرار رکھنے چاہییں اور عارضی اختلافات کو مستقل طور پر دوطرفہ تعلقات کو متاثر کرنے سے روکنا چاہیے۔
2. **سکیورٹی خدشات کو مذاکرات اور سفارت کاری کے ذریعے حل کرنا** : اپنی قومی سلامتی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ پاکستان کو سرحد پار سکیورٹی کے مسائل کے حل کے لیے سفارتی اور مذاکراتی راستے کو ترجیح دینی چاہیے۔
3. **تجارت اور ٹرانزٹ کو آسان بنانا** : پاکستان کو ایسے عملی طریقہ کار وضع کرنے چاہییں جن کے ذریعے جائز تجارت اور ٹرانزٹ کا سلسلہ جاری رہے، کیونکہ معاشی رابطہ دونوں ممالک کے لیے فائدہ مند ہے۔

4. **انسانی ہمدردی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا :** پاکستان کو افغان مہاجرین اور دیگر انسانی معاملات سے متعلق مسائل کو قانون اور دوطرفہ مفاہمت کے مطابق عزت، وقار اور انسانی ہمدردی کے ساتھ حل کرنا چاہیے۔
5. **اعتماد سازی کے اقدامات کو فروغ دینا :** حکام، سکیورٹی اداروں، قبائلی عمائدین اور کاروباری برادری کے درمیان باقاعدہ ملاقاتیں اور رابطے باہمی بداعتمادی کم کرنے اور کشیدگی کو بڑھنے سے روکنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔
6. **علاقائی رابطوں کو فروغ دینا :** پاکستان کو افغانستان کو وسطی ایشیا کے ساتھ تجارت، ٹرانزٹ، توانائی اور علاقائی معاشی تعاون کے لیے ایک اہم رابطے کے طور پر دیکھتے ہوئے علاقائی روابط کے مواقع کو فروغ دینا چاہیے۔

اختتامیہ

امارتِ اسلامی افغانستان کے پانچ سال مکمل ہونے کے موقع پر اس کی کامیابیوں اور ناکامیوں، داخلی پالیسیوں اور خارجی تعلقات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ افغانستان ایک نئے سیاسی دور میں داخل ہو چکا ہے۔ موجودہ حکومت کو اپنے داخلی نظام کو مزید منظم کرنے، عوامی ضروریات پوری کرنے اور عالمی و علاقائی سطح پر اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے مزید عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔

خصوصاً پاکستان اور افغانستان کے تعلقات دونوں ممالک کے مستقبل کے لیے نہایت اہم ہیں۔ پاکستان نے گزشتہ کئی دہائیوں میں افغان عوام کے لیے پناہ، انسانی امداد اور مختلف شعبوں میں تعاون فراہم کیا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ افغانستان بھی پاکستان کے جائز سکیورٹی خدشات کو سنجیدگی سے لے اور عملی اقدامات کے ذریعے باہمی اعتماد کو بحال کرے۔

اسی طرح پاکستان کو بھی افغانستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو محض سکیورٹی کے زاویے سے نہیں بلکہ تجارت، معیشت، انسانی روابط، علاقائی رابطوں اور مشترکہ مفادات کے وسیع تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

افغانستان میں موجودہ حکومت ایک سیاسی حقیقت کے طور پر موجود ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان اور افغانستان کو باہمی اختلافات کے باوجود رابطے، مذاکرات اور سفارت کاری کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ دونوں ممالک کے درمیان بہتر تعلقات نہ صرف افغانستان اور پاکستان کے عوام بلکہ پورے خطے میں امن، استحکام اور معاشی ترقی کے لیے اہم ثابت ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا مستقبل کا راستہ **مذاکرات، باہمی احترام، عدم مداخلت، سکیورٹی تعاون، معاشی روابط اور عوامی تعلقات کے فروغ** سے ہو کر گزرتا ہے۔ دونوں ممالک اگر اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور ایک دوسرے کے جائز مفادات کا احترام کریں تو موجودہ مشکلات پر قابو پانے اور ایک بہتر پاک افغان تعلقات کی بنیاد رکھنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ افغانستان اور پاکستان دونوں کو امن، استحکام اور ترقی عطا فرمائے، دونوں ممالک کے عوام کے درمیان محبت اور بھائی چارہ قائم رکھے، ہماری مشکلات حل فرمائے اور غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

بہت شکریہ

مکمل تفصیلات، رپورٹس، اور دیگر موضوعات پر ویڈیوز دیکھنے کے لئے **انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز، پشاور کی آفیشل یوٹیوب چینل سبسکرائب کیجئے**۔ https://www.youtube.com/@irsthinktank | irspk.org | facebook.com/irs1122